بحث و نظر

جناب خالد اسحٰق صاحب کے استدلال کا جواب

بہ سلسلہ قصاص و دِیَت

جناب مولانا عبد الوکیل صاحب علوی

محترم جناب خالد اسحاق صاحب نے اپنے ایک تحریری بیان میں عورت کے قصاص اور دیت پر اظہارِ خیال فرماتے ہوئے اس طرح کی رائے قائم کی ہے کہ شریعتِ اسلامی میں مرد و زن کی دیت ہر صورت میں مساوی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اجماعِ اُمت اور تعامل کو نظر انداز کرتے ہوئے دو اصحاب کی انفرادی رائے کو معیار بنایا ہے۔ اِن حضرات کی آراء صائب ثابت کرنے کے لیے موصوف نے احادیث کی تیسرے چوتھے درجے کی کتابوں سے چند احادیث بھی نقل کی ہیں اور قرآن مجید کی چند آیات سے، اُن کے حقیقی مفہوم و مدّعا سے ہٹ کر اس نظریہ کی تائید پیش کرنے کی سعی فرمائی ہے۔

یہ دو حضرات ابوبکر الاصم اور ابن عطیہ یا ابن علیہ ہیں جنہوں نے یہ رائے دی ہے کہ مرد و زن دونوں کی دیت ہر صورت میں مساوی ہے۔ اسی نظریہ کو پھر بعد میں مصر کے مشہور عالم و سکالر ابو زہرہ نے دہرایا ہے اور کہا ہے کہ اس پر غور کیا جانا چاہیے۔ پھر اس رائے کو علی منصور نے اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد اِکّا دُکّا حضرات نے جو اظہارِ رائے فرمایا ہے تو ان کا سرمایۂ استدلال یہی ہے کہ اصم اور ابن علیہ یا عطیہ نے یہ کہا ہے۔

یہ دو حضرات کون ہیں اور ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے ان کی رائے کا اُمتِ مسلمہ میں کیا وزن ہے۔ اور ان کی رائے کے پیچھے کون سے دلائل شرعیہ ہیں، کتاب و سنّت میں ان کی رائے کی تائید موجود ہے یا محض عقلی دلائل پر ان کا انحصار ہے اور پھر ان عقلی دلائل میں کتنا وزن ہے اسے اُمتِ مسلمہ نے درخورِ اعتنا سمجھا بھی ہے یا نہیں۔

الاصم جن کا پورا نام عقبہ بن عبد اللہ الاصم الرفاعی العبدی البصری ہے ان کے بارے

میں علماء ناقدین نے اچھی رائے قائم نہیں کی ہے۔ مثلاً

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میرے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے عتبہ بن عبداللہ یعنی الاصم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ اغنوی میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ابن معین کہتے ہیں لیس بثقة "یہ ثقہ نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے لیس بشئٍ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ابو حاتم نے اسے لین الحدیث، لیس بقوی قرار دیا ہے۔

عمرو بن علی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے، نسائی نے لیس بثقة کہا ہے۔

ابن حبان نے اصم کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے، اور کہا ہے کہ مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا ہے

ابوبکر البزار نے عقبہ اور طلحہ بن عمرو دونوں کو غیر حافظین قرار دیا ہے۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ۷، ص ۲۴۵-۲۴۴ عقبہ بن عبداللہ الاصم کے تحت)

لسان المیزان جلد ۳ ص ۴۲۷ پر ابوبکر اصم جس کا اصل نام عبداللہ بن کیسان بیان کیا گیا ہے، کے متعلق لکھا ہے کہ وہ معتزلی تھا اس کا ذکر معتزلہ کے طبقات میں آیا ہے۔ اس نے جو تفسیر لکھی ہے اسے عجیب تفسیر قرار دیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ نے اسے ضال اور اضل الناس کہا ہے۔

بہر حال عبدالرحمٰن بن کیسان ہو یا عقبہ بن عبداللہ دونوں کے بارے میں محققین علمائے اُمّت کی آراء اچھی نہیں ہیں۔

جن حضرات کی حیثیت اور پوزیشن ناقدینِ حدیث کے نزدیک ایسی ہو جیسی کہ متذکرہ سطور میں بیان کی گئی ہے تو ان کی انفرادی رائے کو سند ماننا صاحبِ دانش و بینش حضرات کے لیے عجیب سی بات ہے۔ ظاہر بات ہے اُمت کی اکثریت کی رائے اور تعامل اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے قابلِ ترجیح مانا جائے نا کہ نہایت اقلیت ترین رائے کو اکثریت پر مرجح قرار دیا جائے۔

ان کے یہ ذہن کہ دَورِ جدید کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اس میں تبدیلی لائی جائے تو یہ ایسی بچگانہ سی بات ہے جس کی پشت پر محض رائے زنی کام کرتی نظر آرہی ہے۔ ورنہ ہر دور کا انسان جب چاہے کسی مسلمہ مسئلہ پر "دَورِ جدید کے تقاضے" کا لیبل چسپاں کر کے نکتہ آفرینی فرما سکتا ہے۔ اس طرح شریعت اسلامی کے بازیچۂ اطفال بن کر رہ جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

رہا نئے پیدا شدہ مسائل کا انطباق، تو اس سلسلے میں شریعت نہ صرف اجازت دیتی

ہے بلکہ ہمت افزائی کرتی ہے۔ اور ان ماہرین علماء پر ذمہ داری ڈالتی ہے جو ہمہ پہلو قدیم و جدید مسائل پر گہری بصیرت افروز نگاہ رکھتے ہوں، ان کے علل و وجوہ اور اسباب پر پوری نظر رکھتے ہوں ملکہ آگے بڑھ کر نئے پیدا شدہ مسائل کا حل کتاب وسنّت کی روشنی میں نکالیں اور قوم کی صحیح رہنمائی کریں۔

کسی قوی اور ٹھوس بنیاد و دلیل کے بغیر محض اندھی تقلید کے سہارے مکھی پر مکھی مارنا دانش مندانہ اور عقلمندانہ اقدام تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس عمل سے قوم میں جمود اور بے حسی پیدا ہوتی ہے۔ ارتقائی عمل رُک جاتا ہے۔ اور قوم دیگر اقوام کے مقابلے میں میدانِ ترقی میں بہت پیچھے رہ جاتی ہے اور یہ حالت قوم کے زوال و انحطاط کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

اِن چند بنیادی اشارات کے بعد اب ہم جناب خالد اسحاق صاحب کی محولہ عبارات پر نظر ڈالتے ہیں کہ ان کا حقیقی مفہوم کیا ہے اور محترم موصوف نے ان کا کیا مفہوم متعین کیا ہے۔ پہلے ہم ان روایات کو اصل محولہ کتب سے نقل کریں گے، ساتھ اس کا ترجمہ دیں گے، پھر اس سے جو مفہوم و نتیجہ اخذ ہوتا ہے اور متقدمین محدثین نے اخذ کیا ہے، اُسے نقل کریں گے۔ پھر قارئین سے استدعا کریں گے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ اصل صورت مسئلہ کیا ہے۔

پہلے ہم "المصنف" عبدالرزاق کو لیتے ہیں۔

المصنف جلد۹ ص ۴۵۰ پر باب المرأۃ تقتل بالرجل ہے۔ جناب خالد اسحٰق صاحب نے اسی باب کے تحت مرقوم روایات کا حوالہ دیا ہے۔

ا۔ حدیث نمبر ۱۷۴۷۹۔ عبدالرزاق عن الثوری عن حماد عن ابراھیم عن علی قال:

ما کان بین الرجل والمرأۃ ففیہ القصاص من جراحات او قتل النفس او غیرھا اذا کان عمداً۔

"عورت اور مرد کے مابین جراحات یا قتلِ نفس وغیرہ کی صورت میں قصاص ہے بشرطیکہ اسے عمداً کیا گیا ہو۔"

۲۔۔۔ حدیث نمبر ۱۷۹۸۰ = عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی ابن ابی نجیح عن مجاھد عن علی ان بینھما ستۃ الاف۔

"حضرت علی سے مجاہد بیان کرتے ہیں کہ دونوں کے درمیان چھ ہزار ہے"۔

۳۔۔۔ حدیث نمبر ۱۷۹۸۱ = عبدالرزاق عن الثوری عن مغیرۃ عن ابراھیم قال: القصاص بین الرجال و النساء فی العمد وقال جابر عن الشعبی۔

"قتل عمد کی صورت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان قصاص ہے"۔

۴۔۔۔ حدیث نمبر ۱۷۹۷۳ = عبدالرزاق عن ابن جریج عن عطاء قال: المرأۃ تقتل بالرجل لیس بینھما فضل و عمرو

"عورت مرد کے بدلے میں قتل کی جائے گی۔ دونوں کے درمیان کوئی فضل و امتیاز نہیں"۔ عمرو کی بھی یہی رائے ہے۔

۵۔۔۔ حدیث نمبر ۱۷۹۷۵ = عبدالرزاق عن معمر عن قتادۃ۔ ان عمر بن الخطاب قتل رجلا بامرأۃ۔

"حضرت عمر بن خطابؓ نے عورت کے بدلے ایک مرد کو (قصاص میں) قتل کیا۔

۶۔۔۔ حدیث نمبر ۱۷۹۷۷ = عبدالرزاق عن الثوری عن مغیرۃ عن ابراھیم قال لیس بین الرجال والنساء قصاص الا فی النفس ولا بین الاحرار والعبید قصاص الا فی النفس۔

"مردوں اور عورتوں کے درمیان قتل نفس کی صورت میں قصاص ہے (اسی طرح) آزاد مردوں اور غلاموں کے درمیان قتلِ نفس کی صورت میں قصاص ہے۔

۷۔۔۔ حدیث نمبر ۱۷۹۸۲ = عبدالرزاق عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال لیس بین الرجال والنساء قصاص الا فی النفس ولا بین الاحرار والعبید قصاص الا فی النفس۔

"مردوں اور عورتوں کے مابین نہیں ہے قصاص مگر قتلِ نفس کی صورت میں اور اور آزاد مردوں اور غلاموں کے درمیان نہیں ہے قصاص مگر قتل نفس کی صورت میں"۔

متذکرہ بالا جملہ روایات میں قصاص مابین مرد و عورت اور آزاد مرد و غلام بیان ہوا ہے۔

جہاں تک قصاص کا تعلق ہے اس میں بلا کسی اختلاف رائے سب کا اتفاق ہے کہ مرد و عورت قصاص میں برابر و مساوی ہیں۔ جب کہ قتل عمد ہوا ہو۔ قتلِ عمد میں اگر مقتول کے ورثا قاتل کو قصاص معاف کر دیں اور دیت پر رضامند ہو جائیں تو یہ قابلِ راضی نامہ ہے اور اس صورت میں مرد و عورت کی دیت مساوی بھی ہو سکتی ہے۔

اختلاف تو شبہ عمد اور قتلِ خطا میں ہے کہ ایسی صورت میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

المسلمون تتکافؤ دماءھم (ترجمہ) سب مسلمانوں کے خون مساوی ہیں۔

اس میں بھی قتل کا ضابطہ و اصول بیان ہوا ہے کہ جب ایک مسلمان مرد یا مسلمان عورت کو عمداً قتل کر دے گا تو اس صورت میں قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، خواہ قاتل و مقتول کے درمیان صنفی تفاوت ہو یا معاشرتی بزرگی و شرافت کا یا دنیاوی جاہ و حشمت کا فرق ہو۔ بلا امتیاز و قید قاتل کو قتل کیا جائے گا۔ کسی کو قصاص کی حد سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوسری روایت جس میں ہر مومن نفس کی دیت سو اونٹ بیان کی گئی ہے اس میں بھی دیت کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جب قاتل کو مقتول کے ورثاء قصاص معاف کر دیں اور دیت پر راضی ہو جائیں تو بایں صورت سو اونٹ دیت ہے۔

اب آیئے دوسری کتابوں کی محولہ عبارات کی طرف۔

۱۔ بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۲۵۴ پر عبارت ہے:

وان کان انثی فدیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل لاجماع الصحابہ رضی اللہ عنہم فانہ روی عن سیدنا عمر و سیدنا علی و ابن مسعود و زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم انہم قالوا فی دیۃ المرأۃ انہا علی النصف من دیۃ الرجل ولم ینقل انہ انکر علیہم احد فیکون اجماعا ولان المرأۃ فی میراثہا وشہادتہا علی النصف من الرجل فکذالک فی دیتہا..... الخ

"پس عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں نصف ہے۔ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اس لیے کہ حضرات سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابتؓ کا قول ہے کہ عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں نصف ہے یہ بات کہیں منقول نہیں کہ کسی ایک فرد نے بھی ان کی رائے سے انکار کیا ہو۔ لہٰذا یہ اجماع ہوا۔ دلیل یہ ہے کہ عورت کو میراث بھی مرد کے مقابلے میں نصف ملتی ہے۔ اور نصاب شہادت میں بھی ایک مرد کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد دو معتبر ہے، اسی طرح دیت میں بھی نصف کی حقدار ہے"۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱۲ پر ہے:۔

ان یکون المجنی علیه ذکراً فان کان انثی فعلیه دیة الانثی و هو نصف دیة الذکر سواء کان الجانی ذکرا او انثی لاجماع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم علیٰ ذٰلک وهو تنصیف دیة الانثی من دیة الذکر علی ما ذکرنا فی دیة النفس۔

"پس اگر وہ مؤنث ہو تو اس پر تانیث کی دیت ہے جو مذکر کے مقابلے میں نصف ہے، خواہ مجرم مذکر ہو یا مؤنث۔ اس لیے کہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ مؤنث کی دیت مذکر کے مقابلے میں آدھی ہے جیسا کہ ہم دیت نفس میں اسے بیان کر آئے ہیں"

المبسوط جلد ۲۶ ص ۷۹ پر ہے:۔

وبلغنا عن علی انه قال فی دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل فی النفس وما دونها وبه ناخذ الخ

"حضرت علیؓ سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عورت کی دیت مرد کے مقابلے نصف ہے اور اسی رائے کو ہم نے اختیار کیا ہے"

قلت اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه عن جریر عن مغیرة عن ابراهیم عن شریح قال اتانی عروة البارقی من عند عمر ان جراحات الرجال والنساء تستوی فی السن والموضحة وما فوق ذالک فان المراة

علی النصف من دیۃ الرجل (الجوہر النقی لابن الترکمانی بحوالہ بیہقی کبیر جلد ۸ ص ۹۶)

قاضی شریحؒ کا بیان ہے کہ :-

حضرت عمرؓ کے پاس سے عروہ بارقی ہمارے پاس یہ پیغام لے کر آئے کہ حضرت عمرؓ مردوں اور عورتوں کے جراحات دانت اور موضحہ یا اس سے کم وبیش، سب برابر ہیں اور عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں نصف ہے۔

ابوبکر الاصم اور ابن عطیہ یا ابن علیہ کا قول کہ مرد و زن دونوں کی دیت مساوی ہے۔ اس سے مقصود اگر ان کا یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دونوں کی دیت مساوی ہے پھر تو ان کی رائے صائب ہے، بصورتِ دیگر اگر ان کی مراد قتل خطا اور شبہ عمد کی دیت میں برابری ہے تو پھر ان کی رائے جمہور اہل علم کی رائے اور تعامل اور اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے۔ کیونکہ دورِ صحابہؓ کرام سے لے کر دورِ حاضر تک تمام ادوار اور تمام ممالکِ اسلامیہ میں بغیر کسی انقطاع کے تسلسل کے ساتھ یہ مسلّمہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قتل خطا میں عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں نصف ہے۔ اس رائے پر تمام ائمہ بشمول ائمہ اربعہ سب کا اتفاق ہے۔

جدید دور کے بعض حضرات کا یہ رائے دینا کہ مرد و عورت کی دیت برابر ہونی چاہیے، مسلّمہ و متفقہ مسائل میں ایسی انفرادی رائے کا کوئی وزن نہیں جس کی پشت پر کتاب و سنت اور تعامل و اجماع نہ ہو۔ ایسی رائے کے اظہار پر اصرار سے اُمتِ مسلمہ کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے البتہ مغرب زدگی کے مریض حضرات کی ہمت افزائی ضرور ہوگی جنہیں علمِ حقیقی سے دور کا بھی واسطہ نہیں[1]

---

[1] بات "دیت" میں مساوات پر ہی رکنے کی نہیں، جدید عورتوں نے جو تحریکِ آزادی و مساوات چلا رکھی ہے وہ اس وقت تک مقصود حاصل نہیں کر سکتی جب تک قانونِ حجاب کی طرح شریعت کے ہر تقاضے کو اتنا مجروح نہ کر دیا جائے کہ اس کے بعد بس "سیکولرازم" رہ جائے، جس کی سڑک پر چل کر آج کی مغربی عورت ذلت و خواری تک پہنچی ہے۔ (مدیر)

قابلِ غور پہلو یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ بلکہ خلفائے راشدین کے مقابلے میں ان حضرات کی رائے کو قابلِ ترجیح قرار دینا جن پر نا قدینِ حدیث ائمہ جرح و تعدیل نے سخت نقد و جرح کی ہے، قابلِ افسوس بات ہے۔ کیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یاب ہونے والوں کی رائے زیادہ وزنی، ثقہ اور قابلِ ترجیح ہے یا بہت بعد کے دور کے حضرات کی۔ خلفائے راشدین میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا فیصلہ کہ قتلِ خطا میں عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں آدھی ہے، محض ان دونوں کا فیصلہ نہیں کسی صحابی کا اس پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے۔

ان حضرات کی رائے کی تائید میں قرآن پاک کی جن آیات کو بطور استشہاد پیش کیا گیا ہے انہیں بھی ایک نظر سے دیکھتے چلیں۔

۱۔ سورۃ نساء، آیت نمبر ۹۲۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

"کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔ الا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا۔ اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے

رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے"۔

اس آیت میں مجمل بیان ہے اس کی تفصیل کہ مرد کی دیت کیا ہے اور عورت کی کیا وہ احادیث میں مذکور ہے کہ قتل خطا کی صورت میں مرد کی دیت سَو اونٹ اور عورت کی دیت پچاس اونٹ ہے۔

سورۃ بقرۃ آیت ۷۸۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت قتل کی جائے گی (قصاص میں) ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ اس پر بھی جو زیادتی کرے، اس کے لیے دردناک سزا ہے"۔

اس آیت میں قصاص کا ذکر ہے اور وہ قتلِ عمد کی صورت میں ہوتا ہے۔ بایں صورت یعنی قتلِ عمد میں مرد و عورت دونوں قصاص میں مساوی ہیں۔ اگر قاتل کو مقتول کے ورثا قصاص معاف کردیں تو دوسری شکل میں دیت دینا ہوگی۔ البتہ اگر مقتول کے ورثا دیت بھی معاف کرنا چاہیں تو وہ اس کے بھی مجاز ہیں۔ اور یہ مقدمہ قابلِ راضی نامہ ہے۔ گویا اس آیت میں بھی قتلِ خطا کا ذکر نہیں جس کی دیت مرد کے مقابلے میں عورت کی آدھی ہے۔

اسی طرح سورۃ مائدہ آیت ۴۵ -

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ الخ -

تورات میں ہم نے یہودیوں پر لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ -

اس آیت سے بھی قصاص کا ضابطہ واضح ہوتا ہے نا کہ قتلِ خطا کی صورت میں دیت کا۔ بہرحال کتاب وسنّت، اجماع صحابہ کرام اور تعامل اُمت اس بات کے ناقابلِ تردید ثبوت ہیں - ان سے پہلو تہی ایک سلیم العقل، سلیم الدماغ اور سلیم الفکر آدمی کے لیے قابلِ افسوس بات ہے -

یہ مسئلہ ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اس کے ثبوت میں کتاب وسنّت خاموش ہوں اور ان سے واضح رہنمائی نہ ملتی ہو کہ آدمی قیاس آرائیاں کرنے بیٹھ جائے - جہاں کتاب وسنّت کی واضح رہنمائی نہ ہو، صحابۂ کرام سے بھی اس کی صاف طور پر مثالیں نہ ملتی ہوں اور اُمت کا تعامل بھی نہ پایا جاتا ہو تو ایسی ناگزیر صورت میں صائب الرائے اہلِ علم وتقویٰ حضرات کی جیورری باہمی مشاورت سے اجتہاد کر کے قابلِ عمل راستہ نکال سکتی ہے - در بیں مسئلہ ایسی صورت نہیں ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہر ایک کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنے کی کوشش نہ کی جائے -

---

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات واحادیث شائع ہوتی رہتی ہیں قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات واحادیث ہوں ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے - (ادارہ)